شراب و ساقی
صابر جالندھری

میں رند ہوں عقبیٰ کا خریدار نہیں
اک جام ہے میرا دو جہاں کی قیمت

حکیم عمر خیام

PdfBy,MiskenMazharAliKhan

Cell No, 00966590510687

شراب و ساقی

صابر جالندھری

قیمت ۵۵ پیسے

دیباچہ

جناب کلجس رائے صاحب صابر کا کلام دیکھ کر سعدی شیرازی کے اس قول پہ ایمان لانا پڑتا ہے کہ شاعری جزو لیست از پیغمبری رندی و سرمستی، اِن کے کلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ جامِ مئے سبحانہ کے پردے میں ایسا بادۂ حقیقت افروز پیش کرتے ہیں، کہ پیاس بجھنے کی بجائے تشنگی اور بھی بڑھتی ہے۔ ان کے کلام میں معرفت کا ایسا بحرِ ذخار ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ کہ بے اختیار اس سے ہمکنار ہونے کو جی چاہتا ہے۔ اور یہ ایسا مقام ہے۔ جو تقدیر والوں کو نصیب ہوتا ہے۔

جناب صابر کا ایک جلیل القدر سرکاری عہدہ کے فرائض منصبی کی انجام دہی کے شانہ بہ شانہ ایک کامیاب و کامگار شاعر ہونا ظاہری طور پر تعجب خیز ہے۔ لیکن بقول حضرت ہما ہرنالوی ؎

میراث کسی کی نہیں دیوانگیِ عشق
تو خود جسے چاہے اُسے دیوانہ بنادے

جناب صابر کو اپنے مرشدِ کامل سے ایسا بیش بہا جوہر وراثت میں ملا ہے کہ اس پر آپ جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔ مرشدِ کامل کی عنایات بے پایاں نے صابر صاحب کی طبیعت کو ایسی انکساری۔ شگفتگی اور شاعری کو ایسی کشش۔ ایسی جاذبیت اور ایسی طراوت بخشی ہے۔ کہ جو سالہا سال کے ریاض سے بھی بمشکل نصیب ہوتی ہے اس پہ سادہ اور عام فہم اندازِ بیان۔ اور الفاظ کی موزوں نشست و

برخاست سونے پر سہاگہ کا کام کر رہے ہیں۔ کلام صابر دراصل ایک پیغام ہے راہ حیات سے بھٹکے ہوئے بنی نوع انسان کے لئے۔ ایک لبالب جام ہے تشنہ کامان مسرت کے لئے۔ ایک ابدی سرور ہے سچائی کی تلاش کرنے والوں کے لئے۔ اور یہی اس کلام کی خصوصیت ہے کہ جوں جوں آگے بڑھتے جائیے۔ اسرار خود بخود منکشف ہوتے جاتے ہیں۔ جناب صابر اس منزل کے پرانے راہی ہیں۔ انہوں نے اپنے مرشد کامل کی توجہ سے راستہ کے کانٹوں کو پھولوں میں مبدل کر دیا ہے۔ اور انہیں سدا بہار پھولوں کو اپنے کلام کی صورت میں اہل دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ جس کی قبولیت سو فیصدی یقینی ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے۔ شاعری جذبہ فطری کے بغیر ظہور نہیں ہو سکتی۔ مگر صرف جذبہ محض کی کیا بساط ہوتی ہے۔ جب تک کہ دل میں جذبات کا طوفان اور ان جذبات کے اظہار کے لئے سلیقہ کا سامان نہ ہو۔ ایک گونگا شخص محض اشارے کر سکتا ہے۔ رو سکتا ہے۔ چلا سکتا ہے وہ صرف ایسے جذبہ موہوم کا اظہار کر سکتا ہے۔ جسے کوئی دوسرا سمجھ نہیں سکتا۔ جب تک زبان و بیان کا یارا نہ ہو۔ وہ اپنا دلی مطلب بیان نہیں کر سکتا اور سامنے والا جان نہیں سکتا۔ عین اسی طرح شاعری میں علم وحق اور بیان و زبان بہت ضروری ہیں اور پھر صابر صاحب ایک باخبر نکتہ رس اور صاحب نظر فن کار ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے کلام میں یہ سب خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

اردو ادب کے موجودہ دورِ نزع میں جبکہ اردو کی نئی کتابوں کی اشاعت غنیمت ہے۔ صابر صاحب کے مجموعۂ کلام کا منصۂ شہود پر آنا ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ اس مختصر سے تعارف نما دیباچہ میں اگر میں جناب صابر کے کچھ منتخب اشعار نمونہ کے طور پر پیش کر کے ان پر اظہار خیال کرتا تو اچھا تھا۔ مگر اس بات کا قائل نہیں۔ کہ ایک آراستہ و پیراستہ گلستان کے چند پھول پیش کر کے قاری کو متاثر کرنے کی سعی کی جائے۔ گلستانِ ادب آپ کے سامنے ہے اس میں رنگا رنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ آیئے اس باغ کی سیر کیجئے اور شاعر کی رنگین طبع کے ساتھ اس کے ذہن اور جذبۂ بقا کی داد دیجئے۔

ہر بھگوان شاد

۱۸۔ اکتوبر ۱۹۶۶ء

بہ اہتمام دیویندر شرما مینیجر پنجاب نیشنل پریس ریلوے روڈ جالندھر میں چھپی

جناب صابر میری نظر میں

اپنے محترم کرم فرما محترمی کُل جس رائے صابر کو میں ایک طویل مدّت سے جانتا ہوں۔ جالندھر کے متعدد مشاعروں میں میں نے اُن کا کلام اُن کی زبانِ مبارک سے سُنا ہے اور کُشادہ دلی سے اُس کی داد دی ہے۔ اور یہ جانتے ہوئے داد دی ہے۔ کہ اُن کے نتائجِ افکار فن کی کسوٹی پر پورے نہیں اُترتے۔ دراصل میں جناب صابر کا شمار اُن صوفی شعرا میں کرتا ہوں۔ جو تصوّف کی ایک ایسی منزل میں قدم رکھ چکے ہوتے ہیں۔ کہ زبان و فن کے اصُولوں کی پابندی کرنا اُن کیلئے محال ہی نہیں۔ بلکہ سراسر ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور اُن کی زبان سے نکلا ہوا ہر شعر ایک ایسے "نعرہ مستانہ" سے مشابہ ہوتا ہے۔ جسے زبان و فن کے اصُولوں کی ترازو میں تولنا اُس جوشِ مستی کی توہین کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ جس کے زیرِ اثر وہ بے اختیار اُن کی زبان پر آتا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ جناب صابر کے اس قابلِ قدر مجموعے کا مطالعہ کرنیوالے حضرات اس نکتۂ خاص کو ضرور ملحوظ رکھیں گے اور اُس "پیامِ لطیف" کو گوشِ دل سے سُننے کی کوشش کریں گے جو اس مجموعے کے ایک ایک لفظ ایک ایک مصرعے اور ایک

ایک شعر ہیں دیا گیا ہے۔

نیاز کیش :-

ہماؔ ہرنالوی

جالندھر شہر

18-10-66

سمرپن

"شراب و ساقی" نام کے مجموعہ کلام جس میں صرف مئے عرفان اور ساقیِ حق کا ہی ذکر ہے کی کامیابی اسی میں ہے کہ مالک کی چیز مالک کے ارپن ہو۔

لہٰذا کمال عاجزی اور عقیدتمندی کے ساتھ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ کا یہ مجموعہ محیط کل - نرگن سرگن مرشدِ کامل بابا گوربچن سنگھ جی کی بھینٹ ہے

حضور کی اپنی ہی دچتر لیلا کا ایک کینڈر

سنت جنوں کی خاکِ پا

(صابرؔ جالندھری)

اپنی طرف سے

عروض سے ناواقف شخص شاعری کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ اسلئے اہلِ فن سے معافی چاہتا ہوں۔ واقفِ راز لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ حقیقت کو لباسِ مجاز میں پیش کرنا کس قدر دشوار ہوتا ہے۔ سارا کام استعاروں سے ہی لیا جاتا ہے۔ لہٰذا شکست کا اعتراف ہے۔ مگر یہ بھی درست ہے۔ کہ جو کچھ بھی کہہ سکا ہوں۔ مرشد کامل کی عین عنایت ہے۔ کئی دفعہ لکھنے کے بعد خود ہی حیران ہو رہا ہوں کہ کیا یہ واقعی میں لکھ پایا ہوں؟ کئی مہربان دوستوں اور واجب صد تعظیم واقفِ اسرار مہاپرشوں کے حکم کے مطابق گاہے بگاہے لکھا ہوا مصالحہ اکٹھا کر کے اس کتابچہ کی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ رازِ حقیقی سے واقف یا ناواقف دونوں طرح کے دوست اس کا لطف لے سکیں۔ جو لوگ اہلِ مرشد نہیں۔ اُن کی واقفیت کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ پڑھتے وقت وہ شراب کو خدا ساقی کو ست گورو۔ رند کو ایسا شرابی سمجھیں جو ہر وقت استغراق میں رہے۔

میں سرتاپا پوجنیہ ہنس راج جی چڈھا ایگزیکٹو انجنیر چنڈیگڑھ کا ممنون ہوں۔ جن کی کوشش سے میں شہنشاہ بابا اوتار سنگھ جی نرنکاری کے قریب آیا۔ اور جنہوں نے مجھے رازِ حقیقت سے واقف کیا۔

میں سادھ سنگت کا بھی ہزار بار شکور ہوں جسکی گود میں بیٹھ کر میں نے انمول وچن اکٹھے کئے اور جو لگاتار میری روحانی پرورش کا باعث بنے۔

اس اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ روحانی طور پر سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کیا جاوے۔ خودغرضی اس قدر بڑھ گئی ہے۔ کہ دنیا رہنے کے قابل نہیں رہی اور حالت کچھ اس طرح کی ہو چکی ہے کہ ؎

الٰہی سادہ دل بندے تیرے آخر کدھر جاویں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے۔ درویشی بھی عیاری

ہماری قومی اور اخلاقی پستی کا واحد علاج روحانی بیداری ہے۔ خوابیدہ روح کو بیدار کرنے کے لیے مرشدِ کامل کی ضرورت ہے۔ ایسا مرشد موجود ہے۔ جو جام بے خودی دیتا ہے اور گرے ہوؤں کو اٹھاتا ہے۔ اس کتابچہ میں دی گئی نظمیں و قطعات صرف ایک ہی اشارہ دیتے ہیں۔ کہ اے دنیا والو۔ آؤ۔ جامِ معرفت پیو۔ تاکہ تمہارے اندر جو حسد۔ بغض و نفرت کی آگ بھڑک رہی ہے ختم ہو جائے۔ تم کو ابدی سکون ملے۔ تمہاری نظروں میں کوئی دشمن نہ رہے اور تم سب کے ہی خواہ ہو۔ جیو اور جینے دو۔

میری دعا ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں مرشد کامل کے قریب آدیں اور ان کے اس اقدام میں یہ چند قطعات و نظمیں معاون بن سکیں۔

واقف راز لوگوں کی خاک پا

صابر

کلچس رائے صابر الیس۔ ڈی۔ او۔ ریٹائرڈ
مکان نمبر 207/NA محلہ کشن پورہ۔ جالندھر شہر

تم نے دیکھیں حساب کی باتیں
آج کچھ بے حساب میں دیکھو
دیکھی اب تک شراب بوتل میں
آج بوتل شراب میں دیکھو

قابلِ دادِ مے کشو کتنی
نگہِ انتخاب لایا ہوں
میں پیوں آپ کو سرور آئے
ایسی اعلیٰ شراب لایا ہوں

شائقِ دید معجزہ آئیں
اک نیا معجزہ بتاتا ہوں
بولتی ہے شراب بوتل میں
دیکھنا ہو جسے دکھاتا ہوں

رشتۂ رند و مینا و ساقی
جو شرابی نہیں وہ کیا جانیں
ہیں یہ کثرت میں جلوے وحدت کے
لوگ مانیں اسے یا نہ مانیں

میکشو ایک بات کہتا ہوں
پی لو اتنی کہ ہوش کھو جائے
پیتے جاؤ نگاہ میں جب تک
ساقی اور مے نہ ایک ہو جائے

ہے فراوانیٔ شراب مگر
رند اس کو سنبھل سنبھل کے پئیں
ایک جیسا نشہ ہے ان سب میں
چاہے بوتل بدل بدل کے پئیں

میں سمجھتا ہوں بات زاہد کی
بات زاہد میری ذرا سمجھے
جانتا ہوں میں انتہا اس کی
کاش وہ مجھ سے ابتدا سمجھے

کیوں پریشان شیخ ہے ناحق
پیٹ بھر بھر کے ہم جو پیتے ہیں
وہ گنہگار ہیں وہ کافر ہیں
ایک بوتل سے کم جو پیتے ہیں

صبح پیتے ہیں شام پیتے ہیں
چڑھ کے بالائے بام پیتے ہیں
بادہ نوشی سے کیا ڈرے صابرؔ
جب کہ اس کے امام پیتے ہیں

ایک دن خوب پی کے اے صابرؔ
کر تکلف کو بر طرف دیکھا
کچھ نہ پایا بجز شراب یہاں
میکدہ میں نے ہر طرف دیکھا

قطرہ قطرہ شراب کا ساقی
پیتا ہے جھوم جھوم کر صابرؔ
ایسے میکش پہ مہرباں رہیو
دیجیو اس کو جام چھلکا کر

کیوں الجھتا ہے شیخ رندوں سے
جو ہیں ناواقف مقام ہوش
رکھتے ہیں اپنے ہاتھ کانوں پہ
جب بھی لیتا ہے کوئی نام ہوش

ایسا پینا کہاں کا پینا ہے
پینے بھی ہو کبھی تو شرما کر
اُن کا پینا حرام ہے صابر
جو نہیں پیتے جام ٹھہرا کر

تیز سے تیز تر نشہ ہوگا
رنگ دے بے رنگ جو ملائے گا
ایسی مے کا سرُور کیا کہنے
جو پیئے گا وُہی بتائے گا

ہٹ نئی ضد نئیں میری دیکھو
مَیں شرابی شراب کا شوقین
مَیں نے اکثر ملا کے بھی پی ہے
ایک بے رنگ اور اِک رنگین

رند بد مست ہوش کھوتے ہی
چاہتا ہے شراب بن جائے
مُدّتوں سے سوال کی صُورت
چاہتا ہے جواب بن جائے

مے نہ ہو تو اُداس ہے ساقی
ہو نہ ساقی تو کیسا مے خانہ
پھیکی پھیکی ہے بزم گر صابرؔ
ہو نہ محفل میں رنگِ رندانہ

کس لیے تم خفا ہوا اے زاہد
وجہ کیا ہم سے برہمی کی ہے
میکدہ میں شراب ہی پی ہے
بات آخر بُری کبھی کیا کی ہے

پی کے بے رنگ جام اے صابرؔ
ہو گیا بے نیازِ رنگ و بُو
اُٹھ گیا غیریت کا جب پردہ
دیکھائی دے ہے تو ہی تو ہر سُو

مجھ کو ایسی جگہ نہ تم ڈھونڈو
ہو نہ جس جا یہ اہتمامِ شراب
اور کاموں سے اب فراغت ہے
میرے ذمّے ہے ایک کامِ شراب

پی کے باہوش ہے حسابی ہے
یہ شرابی بھی کیا شرابی ہے
نہ ہے طالب نہ رند نہ صُوفی
یہ تو صابرؔ محض خرابی ہے

چراغ جلتا رہا اور اب بھی جلتا ہے
چراغ ایک نیا اِس چراغ کے نیچے
چراغ نیچے اندھیرا تو سُنتے آئے تھے
مگر ہے خوب ضیا اِس چراغ کے نیچے

یہ آج جلتا ہے جلتا رہے گا جلتا تھا
چراغِ نورِ حقیقت کوئی دبا نہ سکا
کُفر نورِ ازل سے ہے درپئے آزار
وُہ بار بار اُٹھا پر اسے بُجھا نہ سکا

نگاہِ مُرشدِ کامل پڑے اگر صابرؔ
تو خُشک پتّے سے بن جائیں دم میں باغ کئی
اور ایک وقت میں ہوتا ہے اک چراغِ حق
ہوں اس چراغ سے روشن نئے چراغ کئی

چراغ جلنے سے جلتے رہیں گے اور چراغ
ہو تیل و بتّی کا گر انتظام کچھ اُن میں
وُہ آپ جل کے اُجالا کریں گے دُنیا میں
اگر ہو سوزِ محبّت کا نام کچھ اُن میں

فریب خوردۂ جلوۂ خام کیا جانیں
جو خاص خاص کی باتیں ہوں عام کیا جانیں
اُلجھ رہے ہوں جو لذّاتِ دارِ فانی میں
وُہ کم نصیب یہ لطفِ دوام کیا جانیں

پی لیتا ہے جو صاحبِ ایمان نہیں کیا؟
آگاہ بشر حافظِ قرآن نہیں کیا؟
مسجد میں نہیں جاتا ہے یہ بات علیحدہ
سالم ہو یقین جس کا مسلمان نہیں کیا؟

شریکِ رقصِ خرد مند بھی ہوئے صابر
وُہ بیخودی میں قدم ایک بھی اُٹھا نہ سکے
لباسِ اہلِ جنوں میں کچھ ہوش مند آئے
وُہ دیر تک مگر اس رُوپ کو نبھا نہ سکے

کوئی گرے درِ مرشد پہ اس طرح صابر
کہ سر اٹھانا بھی چاہا تو وہ اٹھا نہ سکے
کچھ ایسے بھی آئے گرنا تو درکنار رہا
جتن ہزار کیے سر ذرا جھکا نہ سکے

تھا بزمِ شمع میں دستورِ عاشقی ایسا
جو راہِ عشق میں کمزور تھے وہ آ نہ سکے
کچھ اور بھی ہوئے صابر شریکِ پروانہ
مگر وہ نغمۂ پرسوزِ عشق گا نہ سکے

قریب سے اسے دیکھو تو مان جاؤ گے
یہ مے ہی تو ہے جسے کہہ رہے تم ساقی
سمٹ کے مے کا مجسّم بنا ہے پیمانہ
یقین جان لو شیشے میں کچھ نہیں باقی

چلو یہ مانا کہ دعوئے میکشی ہے تمہیں
مگر یہ کیسے کہ ساقی سے تم کو پیار نہیں
تمہیں سرور بھی ہوتا ہے جھوٹ ہے بالکل
ہزار بار کہو تو بھی اعتبار نہیں

کہ بھیگ جائے میرے آس پاس کی دنیا
کچھ ایسے ڈھنگ سے ہو بے حساب کی بارش
الٹ دے ایک ہلّے سے جو کائنات میری
ہو ایسے زور سے صابرؔ شراب کی بارش

سرور و کیف ہے اتنا کہ تن کی ہوش نہیں
سکون قلب ہے لیکن زباں خموش نہیں
خدا کے دور یا نزدیک ہے خدا جانے
یقین جانیئے صابرؔ خدا فروش نہیں

کسی کو حسن کسی کو ہے واہ واہ پسند
کسی کو دولت دنیا و قار و جاہ پسند
پسند پھول کسی کو ہیں مہر و ماہ پسند
کیے مگر میرے غفور نے گناہ پسند

گنہگار چلے آئیں بے خطر صابرؔ
یہ در وہ در ہے جہاں مغفرت چھلکتی ہے
ہوائے کینہ و نفرت بھٹک نہیں سکتی
جہاں پہ مہر و وفا کی کلی مہکتی ہے

ہم نے وُہ لوگ بھی دیکھے ہیں جہاں میں صابرؔ
رند کہلاتے ہُوئے جام گرا دیتے ہیں
پی کے مستی میں کہا کرتے ہیں پینے والے
اور یہ لوگ توبے پر کی اُڑا دیتے ہیں

لوگ کچھ ایسے مکر باز بھی تو ہوتے ہیں
جو نہیں پیتے مگر یُونہی چڑھا لیتے ہیں
بات بنتی تو نہیں بات کو جانے کے بغیر
بات کرنے کو یہ کچھ بات بنا لیتے ہیں

مَیں شرابی اُنہیں تسلیم نہیں کرتا جو
مے میں اور ساقی میں تفریق روا رکھتے ہیں
ناخدا ملتا ہے اُن لوگوں کو اور نہ ہی خُدا
ناخُدا سے جو جُدا کوئی خُدا رکھتے ہیں

ہم نہیں جیتے سہاروں کے سہارے صابرؔ
ایک مُرشد کے اشارے پہ یقیں رکھتے ہیں
اور ہونگے جو تعاقب میں لگے رہتے ہیں
ہم وُہ عاشق ہیں جو پہلو میں حسیں رکھتے ہیں

دولتِ حق سے ہوں محروم سراسر صابرؔ
ہم نے اِس قسم کے زردار بہت دیکھے ہیں
ناچ اُٹھتے ہیں سرِدار بھی اہلِ مُرشد
جو ڈریں موت سے سردار بہت دیکھے ہیں

جس طرح جُھکنے سے بنتا ہے کوئی مردِ عظیم
زندگی جیسے ہو دریا کی نشیبوں میں مُقیم
خاک کو چومنے آجاتا ہے جُوں ابرِ کریم
ایسے آتا ہے گنہگار کی بستی میں رحیم

تم کو رو رو کے کئی بار بُلایا ہم نے
جونہی تم آئے تو نہ پاس بٹھایا ہم نے
لوگ سوتے تھے کیا شور جگایا اُن کو
وائے افسوس کہ نہ خود کو جگایا ہم نے

پار ہوتے ہیں جو کشتی پہ سوار رہتے ہیں
تیریں انجان تو موجوں کا شکار ہوتے ہیں
لوگ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں رذیل الفطرت
ناخدا کی ہی جو گردن پہ سوار ہوتے ہیں

قید ہیں راہ بھی اور راہی بھی دونوں اس میں
پھر بھی منزل کو وہ اپنے سے جُدا کہتے ہیں
ہے غلط فہمی یہی سب سے بڑی اے صابر
جو اسے دُور کرے اُسکو خدا کہتے ہیں

بات بے روک زمانے میں مَیں کہہ جاتا ہُوں
چھوڑ کر غیر پہ بھی اپنا اثر جاتا ہُوں
شعر کہہ سکتا ہُوں ہر رنگ میں لیکن صابر
رُو بہ رُو واقفِ اسرار کے ڈر جاتا ہُوں

مَست ہو جاؤ تو مستانہ ہوائیں کر دو
رنگ پہ آؤ تو رنگین فضائیں کر دو
کر دو جو کچھ بھی تقاضائے ادب ہے صابر
واقفِ راز ملے نیچی نگاہیں کر دو

کھینچ تصویر تصوّر کا سہارا لے کر
گر لے نظارہ تصوّر کے سہارے کیلئے
ہے یہ نظّارہ بھی محتاج کسی کا صابر
یہ تڑپتا ہے شبِ روز اشارے کے لیے

زر پہ مر جاتے ہیں یہ مکر و ریا کے بندے
حسن پہ مرتے ہیں یہ ناز و ادا کے بندے
موت بھی ان سے ڈرا کرتی ہے لیکن صابر
جا مرے در پہ یہ مرشد کے خدا کے بندے

گرچہ منکر نہیں پھر بھی ہے وہ خالص کافر
ذرہ ذرہ میں جو کہتا ہے خدا کو صابر
چشم حق بین سے مومن نے جو دیکھا اس کو
بول اٹھا کہ ہے ہر ذرہ خدا کے اندر

کرتا ہوں احترام میں ہر گنہگار کا
جب دیکھتا ہوں اس میں عقیدت چھپی ہوئی
صابر یہاں پہ قابل نفرت کوئی نہیں
ہر ایک میں ہے ایک فضیلت چھپی ہوئی

سہل ہے بات کا منہ سے نکلنا
مگر کچھ بات ہے وہ بات کہنا
بہت آسان ہے جان وار دینا
مگر دشوار ہے جیتے جی مرنا

بند ہے جس میں قادر مطلق
میرے مرشد کا اک جھروکہ ہے
ایک قیدی کا دعوئے قدرت
یہ بھی کیسا حسین دھوکا ہے

عام ہے آج جلوۂ دلبر
بے خبر وائے افسوس طالب ہے
کیا تماشا ہے حضرت صابرؔ
عشق کمزور حسن غالب ہے

کرتے ہو روز بات بے ہودہ
آؤ کچھ بات کام کی کر لو
رم کی باتیں تو ہو چکیں صابرؔ
آج اک بات رام کی کر لو

بھاگ جائے گی خود ہی تاریکی
صبح دم نور پھوٹنے کی دیر
بوند بن جائے گی مہان ساگر
ایک بوتل کے ٹوٹنے کی دیر

مومنوں کو خدا سے اُلفت ہے
اور خدا کو گناہ بھاتے ہیں
شائد اس واسطے ہی اے صابرؔ
یار مولا کے عیش اُڑاتے ہیں

ماجرا کیا ہے حضرتِ صابرؔ
گاہے ہنستے ہو گاہے روتے ہو
دیکھا ہے محوِ گفتگو اکثر
تم اکیلے ہیں گرچہ ہوتے ہو

ایک رنگیں لباس نے صابرؔ
مجھ کو بے رنگ سے ملایا ہے
اِک حقیقت تو کھول دی اس نے
دوسری کو مگر چھپایا ہے

تخم جب پختگی پہ آتا ہے
مائلِ انتشار ہوتا ہے
واقفِ رازِ حق بھی یوں صابرؔ
فاش کو بے قرار ہوتا ہے

رازِ حق کو بیان کون کرے
اک سمندر ہے بے کنارے کا
ہے بیان اور زبان سے باہر
پر ہے محتاج اک اشارے کا

عام ہوتی ہے بات پردے کی
جونہی بیرون راز ہوتی ہے
ہوتے ہیں رنگا رنگ کے جلوے
جب حقیقت مجاز ہوتی ہے

دی ہے مرشد نے چشم بینا اب
لطف ہی آگیا سبحان اللہ
مل گئے ایسے کثرت و وحدت
کہ ہے بس لا اللہ الا اللہ

ہوش کو ضد ہے کہ سمجھوں تو یقین آجائے
اور یقین ہنسا کہ آتا اگر یہ جائے
مسکراتے ہوئے صابر سے جنوں یوں بولا
تھام لے جو میرا دامن وہی گوہر پائے

ساقی ایسی شراب دیتا ہے
پیر جس سے جوان ہو جائے
جو ہو بیمار وہ بنے لقمان
نوجوان پہلوان ہو جائے

ساقی جامِ مجاز کا صابرؔ
جام دیتا ہے اور گراتا ہے
میرا ساقی تو جامِ حق دے کر
جو گرا ہو اُسے اٹھاتا ہے

یار صابرؔ کا بھولا بھالا ہے
اس کی ہر بات مان لیتا ہے
ساتھ ہی ساتھ اتنا چاتر ہے
دل کی باتیں بھی جان لیتا ہے

یار صابرؔ کا کس قدر ہے حسیں
کون اس کا کرے گا اندازہ
چاند کا نور اسی کے دم سے ہے
پھول ہوں اس کو دیکھ کر تازہ

کس قدر خوش نصیب ہے صابرؔ
جس پہ خود مہربان ہے دلبر
اک قدم ہی چلا تھا مشکل سے
دس قدم یار آگیا چل کر

حسن دلبر کی بات کیا کہئے
حسن والوں میں ایک نمبر ہے
اس میں سب سمتیں ہیں یہ ہر سمت
یہ ہے صابرؔ میں اس میں صابرؔ ہے

ایک مسکان پر تیری دلبر
میں نچھاور جہان دو کردوں
اک سے ممکن نہیں بیان حسن
ہو سکے تو زبان دو کردوں

دیکھو اک بار یار تم میرا
دل نہ دیدو تو میرا نام نہیں
اس کو پاتے ہیں لوگ مر مر کے
اس میں صابرؔ ذرا کلام نہیں

میرا دلبر خدا کا دلبر ہے
اتفاقات ہیں زمانے کے
یار کے یار سے کہو الفت
گئے ہیں یہ دوستی نبھانے کے

جتنے بھی ہیں حسین دنیا کے
میرے دلبر کا پانی بھرتے ہیں
ڈال تارے فلک کی تھالی میں
چاند سورج بھی سجدہ کرتے ہیں

یار صابر کا بولتا ہے جب
ایسا مانو کہ پھول جھڑتے ہیں
سر جھکاتے ہیں گل حسین ایسے
چاند سورج بھی پانی بھرتے ہیں

شراب پیتے ہیں ساقی سے مانگ کر صابر
تکلفات کی دنیا میں ہم نہیں رہتے
جہاں بھی جاتے ہیں محبوب ساتھ ہوتا ہے
غم جدائی کے صدمے کبھی نہیں سہتے

تلاش نشہ میں شیخ اور برہمن ہیں مگر
ہزار بار کہا ہم نے وہ نہیں پیتے
وہ کم نصیب ہیں روز ازل سے اے صابرؔ
شراب خانہ میں آ کر بھی جو نہیں پیتے

تو پی اودھار نہیں کچھ مضائقہ اس میں
الگ الگ ہیں یہ دونوں حساب اور ساقی
مگر برا ہے یہ صابرؔ اگر یہاں کوئی
الگ الگ جو سمجھ لے شراب اور ساقی

ساقی ساقی کہو یوں بولا رند
ساقی بولا کہو شراب شراب
ہیں یہ کثرت میں جلوے وحدت کے
ان سے صابرؔ کہو جناب جناب

اچھا اچھا شرابیوں کو ملا
باقی جو بھی بچا خراب خراب
بخشے مرشد نے سب کے سب میکش
شیخ کہتا رہا "حساب حساب"

جن کو مرشد پہ ہے یقین اُن کے
چہرے پُر نور اور گلاب گلاب
اُن کے حصہ میں مسکراہٹ ہے
مستی مستی خوشی شباب شباب

بے خودی ہی سرا ہیں کے یہ
طرۂ امتیاز ہوتا ہے
جو نہیں واقف مقام ہوش
اُس پہ افشائے راز ہوتا ہے

آج پیتے ہو کل نہیں پیتے
کھل کے دو روز بھی نہیں جیتے
چاک داماں ہو اک مدت سے
وقت ہے آج کیوں نہیں سیتے

میں بھی اک خوش نصیب میکش ہوں
مجھ کو ساقی نے جھوم کر دیکھا ہے
مسکرایا ہوں لہلہایا ہوں
میں نے مستی میں پی ہے جب پی ہے

جن کو مُرشد پہ ہے یقین اُن کو
بڑے طوفاں سے پار ہوتے ہیں
ایک دو معجزوں کی بات نہیں
دن میں ایسے ہزار ہوتے ہیں

جس میں لاکھوں جہاں سماتے ہیں
اس کی مُٹھی میں وُہ سماتا ہے
ساری دُنیا خُدا سے بنتی ہے
میرا مُرشد خُدا بناتا ہے

ایک دلبر انیک جلوے ہیں
ایک جلوے کا بھی حساب نہیں
ذرّہ ذرّہ سے ہے ضیا باری
حسن والے تیرا جواب نہیں

مَیں رہُوں وُہ اِدھر نہیں آتے
آئیں وُہ مَیں اُدھر نہیں ہوتا
تنگ گلیاں ہیں عشق کی صابر
اِن میں دو کا گذر نہیں ہوتا

آئینِ مے کشی

خلوت میں پی یا رند کی صحبت میں جا کے پی
یہ شرطِ میکشی ہے کہ مستی میں آ کے پی

لازم ہے احتیاط ہر اک کام میں عزیز
کچھ روز چشمِ شیخ سے تو بچ بچا کے پی

ہو ابتدا میں تلخ تو پانی ملا کے پی
آنے لگے سرور تو بوتل اٹھا کے پی

تنہا خوری حرام ہے محفل میں جا کے پی
صوفی قریب ہو تو اسے بھی بلا کے پی

ہر بوند میں ہے بند سمندر سرور کا
لے جام خوش نصیب اسے مسکرا کے پی

اک بوند بھی نہ لے سکا مغرور و سربلند
جی چاہتا ہے جتنی بھی گردن جھکا کے پی

آداب میکشی کا تقاضا ہے رند سے
پی لہلہا کے ہوش سے دامن چھڑا کے پی

صابر جو تو بھی چاہتا ہے لطفِ میکشی
تو میکشوں سے اپنی نگاہیں ملا کے پی

زیادہ

خدا سے نہ کچھ لے سکیں گے وہ جن کا
یقیں خام اور التجائیں زیادہ
نہیں اُن پہ مُرشد کا سایہ کہ جن کا
ہوا ایمان کم آزمائیں زیادہ

بچا چاہتا ہوں مَیں اُن مے کشوں سے
جو پیتے ہوں کم اور بتائیں زیادہ
نشہ اُن کو آئے تو آئے بھی کیونکر
پئیں تو جو کم اور گرائیں زیادہ
مجھے رند درکار ہیں معرکے کے
بلا سے مری گر نہ آئیں زیادہ
ملے گا اُنھیں کیا بھلا تم سے صابر
جو سُنتے ہوں کم اور سُنائیں زیادہ

میں شرابی

مَیں شرابی شراب پیتا ہُوں
بر ملا بے حجاب پیتا ہُوں

چھُپ کے پینا بھی کوئی پینا ہے
مَیں سرِ راہ جناب پیتا ہُوں

لوگ پیتے ہیں عام مے لیکن
مَیں تو اک لاجواب پیتا ہُوں

جلوۂ آفتاب پیتا ہُوں
اور جانِ گلاب پیتا ہُوں

مَیں پیوں آپ کو سرُور آئے
ایسی اعلےٰ شراب پیتا ہُوں

اپنی اپنی پسند ہے صاحب
مَیں تو بے رنگ آب پیتا ہُوں

میرا ساقی ہے انتخابِ خدا
ساقی کا انتخاب پیتا ہُوں

تُم بھی مجھ کو نہیں ہے اے صابر
رند ہُوں بے حساب پیتا ہُوں

جوشِ شراب

میں شرابی ہوں شراب سے محبت ہے مجھے
مے سے وابستہ ہوں ہر چیز سے الفت ہے مجھے

وجد میں آجاتا ہوں ہر رند کی آمد پہ میں
انہی میخواروں کی صحبت سے مسرت ہے مجھے

نہیں تنہائی میں پینے سے مسرت کوئی
ہم پیالہ نہ ہو گر کوئی تو خفت ہے مجھے

پی کے خاموش رہوں یہ تو میرے بس میں نہیں
نشہ میں ناچتا رہتا ہوں کہ عادت ہے مجھے

مے بھی ہو ساقی بھی اور ایک ہجومِ رنداں
ایسے نظاروں سے تسکین ہے فرحت ہے مجھے

جب سے یہ جامِ سکوں بخش پیا ہے ساقی
تب سے تکرار کی حجت ہے نہ فرصت ہے مجھے

اس قدر عالمِ مستی ہے کہ اللہ اللہ
وہ جنوں باز ہوں کہ ہوش سے نفرت ہے مجھے

عالمِ جوشِ جنوں میں اڑا جاتا ہوں
ہوش کی بات سنوں اب کہاں فرصت ہے مجھے

اس قدر پی لوں کہ شیشہ میں سما جاؤں
ہے تمنا یہی صابر یہی حسرت ہے مجھے

مئے عرفان

عجب ہی تھا وہ منظر کہ جب حضور آئے
اٹھائے ہاتھوں میں وہ بادۂ طہور آئے
بڑھا کے جام یوں بولے پیو سرور آئے
جناب خود سر محفل نشے میں چور آئے

میں پی گیا کہ بلا نوش تھا زمانے کا
جگر کے پار ہوا تیر تھا نشانے کا
سوال ہی نہ رہا مجھکو ہوش آنے کا
شعور کس کو رہا کیفیت بتانے کا

میں پی گیا مئے توحید ارغوانی تھی
خدا کی بات تھی اور نا خدا زبانی تھی
پرانا رنگ میرا قصہ کہانی تھی
نیا تھا رنگ میرا اور نئی جوانی تھی

پلا دیا مجھے ساقی نے اس قدر ہمدم
نہ میں ہی باقی رہا اور نہ میرا قصۂ غم
مناؤ خوشیاں میری یا کرو میرا ماتم
میں بے نیاز مسرت ہوں بے نیاز الم

میں اڑ رہا ہوں ہوا میں لطیف ہوں گویا
نظام شمسی مطیع ہے مطیع ہیں ابر و ہوا
نہ بحر و بر میرے احکام سے ہیں بے پروا
ہے کائنات کا ہر ذرہ دست بستہ کھڑا

پلا پلا کے مجھے آج تر بتر کر دے
پلا پلا کے مجھے آج باانشہ کر دے
پلا پلا کہ نشہ تیز تیز تر کر دے
پلا پلا کے مجھے آج بے خبر کر دے
پلا پلا مجھے اتنا کہ شب سحر کر دے
پلا پلا کے مجھے کیف سربسر کر دے
ہے لطف بیش تیرا اس کو بیشتر کر دے
نہ مجھ میں "میں" رہے اتنا تو مختصر کر دے

یہ جانتا ہوں کہ جاری ہے تیرا فیض عام
یہ مانتا ہوں بخل سے نہیں ہے تجھ کو کام
مگر میں رند ہوں رند ول کی ہے ادائے عام
گراں گیا انہیں جب تک چھلک نہ جائے جام

پلا دے اتنی نہ صابر کو تن کی ہوش رہے
رہے رہے نہ رہے مگر رہے بے ہوش رہے
قریب تیرے رہے ہو کے سرفروش رہے
نشہ میں چور رہے اور گرم جوش رہے

ساون اور ساقی

ساون میں ناچے میرا من وائیں بھی گاؤں ساقی
بوند بوند تیری چوم چوم کر پیتا جاؤں ساقی

تو برسے میں خوب نہاؤں دونوں بھیجا پساری
آنکھیں موند کر ناچوں گاؤں اپنا آپ بساری
بوند بوند پہ تیری جاؤں بار بار بلہاری
من کی گتی زباں سے تم کو کیا بتلاؤں ساقی
بوند بوند تیری چوم چوم کر پیتا جاؤں ساقی

بوتل ہے رنگین تمہاری مے اس میں بے رنگی
لاکھوں پردوں میں تو رکھے ہو جاتی ہے ننگی
بھر بھر جام پلا میرے پیارے ساون ہیں کیوں تنگی
بھر دے جام لبالب میرا جب آؤں ساقی
بوند بوند تیری چوم چوم کر پیتا جاؤں ساقی

برس مدریا من کر پیارے تن من میرا بھگو دے
پاپ تاپ جو کچھ ہے باقی آج اسے تو دھو دے
بانہہ پکڑ کر دونا ساگر ہیں پریتم مجھے ڈبو دے
بھیگ بھیگ کر ڈوب ڈوب کر تپت بجھاؤں ساقی
بوند بوند تیری چوم چوم کر پیتا جاؤں ساقی

عاشقی میں حساب نہیں

مانا ایسی کوئی شراب نہیں
میرے ساقی کا بھی جواب نہیں
دل منوّر کرے بجز مرشد
ایسا تو کوئی آفتاب نہیں
لاکھ پردے ہیں اس حسین کو مگر
پیش مرشد کوئی نقاب نہیں
اب ہے پردہ نشین بے پردہ
کوئی محبّت نہیں حجاب نہیں
لاکھ رندوں کے ہوں ہجوم مگر
ساقی جب تک نہیں شراب نہیں
پی سکو جس قدر بھی پی جاؤ
مے کشو یاں کوئی حساب نہیں
پھینکو تسبیح دور اے صابر
عاشقی میں کوئی حساب نہیں

میری بستی

بہت دور مندر سے مسجد سے آگے
ہے بستی مری دیکھ لے کوئی آ کے

نہ مکر و فریب اور نہ حیلہ بہانہ — نہیں میری بستی میں غم کا فسانہ
نہیں موت کا اس جگہ آنا جانا — مگر یہ بسی ہے خودی کو مٹا کر

بہت دور مندر سے مسجد سے آگے
ہے بستی مری دیکھ لے کوئی آ کے

ہیں چشمے یہاں عاجزی سادگی کے — یہاں موجزن ہیں سمندر خوشی کے
ہیں ساماں یہاں پر بہت دلکشی کے — مگر دیکھ سکتے ہو گردن جھکا کے

بہت دور مندر سے مسجد سے آگے
ہے بستی مری دیکھ لے کوئی آ کے

یہ بستی بسی ہے جنوں کے کنارے — یہ پھیلی بہت راستی کے سہارے
زمیں پہ اتر آئے یہ چاند تارے — میں ناچا خوشی میں اسے جب سجا کے

بہت دور مندر سے مسجد سے آگے
ہے بستی مری دیکھ لے کوئی آ کے

جو نہی ہوش دلدل سے آؤ نکل کر — قدم تم اٹھانا سنبھل کر سنبھل کر
بہت گر کے چکنے راستے ہیں پھسل کر — ہیں اکثر یہاں معجزوں کے دھماکے

بہت دور مندر سے مسجد سے آگے
ہے بستی مری دیکھ لے کوئی آ کے

محبت کے پھولوں کی بہتات اس جا　　اور ابر کرم کی ہے برسات اس جا
حضوری میں حاضر کرامات اس جا　　مگر دیکھ پاؤ گے ایمان لا کے
بہت دور مندر سے مسجد سے آ گے
ہے بستی مری دیکھ لے کوئی آ کے

ترانۂ الفت تمہیں بھی سناؤں　　میں پیتا ہوں آؤ تمہیں بھی پلاؤں
میں خود ناچتا ہوں تمہیں بھی نچاؤں　　اگر ناچ سکتے ہو بستی میں آ کے
بہت دور مندر سے مسجد سے آ گے
ہے بستی مری دیکھ لے کوئی آ کے

میں لیتا ہوں تحسین و آمین دونوں　　مجھے مل گئے دنیا و دین دونوں
میں پیتا ہوں بے رنگ و رنگین دونوں　　مگر اپنے ساقی سے نظریں ملا کے
بہت دور مندر سے مسجد سے آ گے
ہے بستی مری دیکھ لے کوئی آ کے

میں آیا نہیں ہوں بلایا گیا ہوں　　میں بستی میں کیسے بسایا گیا ہوں
میں دامن میں کیونکر چھپایا گیا ہوں　　کوئی پوچھے صابر کے مرشد سے جا کے
بہت دور مندر سے مسجد سے آ گے
ہے بستی مری دیکھ لے کوئی آ کے

صابر جالندھری